International Research Jounral of Islamic Culture & Communication

IRJICC

ISSN:3007-4630(P), 3006-8304(E)

غریب القرآن اور اُس کے تفسیری اثرات: ایک تجزیاتی مطالعہ

GHARIB-UL-QURAN AND ITS INTERPRETIVE EFFECTS:AN ANALYTICAL STUDY

1. ***Dr. Asghar Ali Khan***
asghar111@gmail.com

Assistant Professor, Department of Islamic Studies, Mirpur University of Science & Technology (Must) Mirprur, AJK.

2. ***Waqar Ahmad***
waqarahmedfaizi@gmail.com

Lecturer, Department of Islamic Studies, Mirpur University of Science & Technology (Must) Mirprur, AJK.

3. ***Naimullah***
naeemchitrali8@gmail.com

PHD Research Scholar department of islamic studiesLahore Garrison university.

Vol. 01, Issue, 02, Oct-DEC 2023, PP:1-15

OPEN ACCES at: www.irjicc.com

Article History	Received	Accepted	Published
	18-10-23	08-11-23	30-12-23

Abstract

To guide mankind on the path of religion, Allah Ta'ala enriched him with wealth like the Holy Qur'an through Hazrat Muhammad ﷺ. The interpretation and practical picture of the basic commands of the Holy Quran were presented to humanity until the Day of Judgment through you. It is incumbent upon us Muslims to recite the Holy Quran and memorize it, it is our religious responsibility to learn this inspired book. Because unless there is complete knowledge about something, it is impossible to act on it. Knowledge is the ladder to action, and only after passing through this stage, a person can reach the stage of action, and it is required by Allah Ta'ala. The Qur'an was revealed in the language of the Arabs, but its smoothness and eloquence are of a very high quality. Due to the high

CC BY

rhetorical quality of the Holy Qur'an, Arabic language experts wrote books on its miraculous aspects. Considering his eloquence, an attempt was made to describe his commentary. The treasure of science and art in the Holy Qur'an is also the knowledge of the Gharib Qur'an. In which the difficult places of the Holy Quran are explained keeping in mind the context and lessons. Who knows multiple meanings of the same word, it is helpful in rejecting false ideas and presenting a practical picture of facts. Therefore, in view of its usefulness, the interpretive effects of Ghareeb Al-Qur'an have been discussed below.

***Key Words**: Rhetorical, Arabic language, Gharib-Al-Qur'an, Holy Quran, Knowledge, Interpretive effects.*

موضوع کا تعارف:

انسانیت کی رہنمائی اور زندگی بسر کرنے کے لیے شرائع عنایت فرمائیں، ہر صاحب شریعت پیغمبر کو الہامی کتاب سے بھی نوازا، جس میں انسانیت کی ہدایت کی تعلیمات ہوتی۔ رحمت عالم ﷺ کے ذریعے شریعت محمدیہ ﷺ کے ساتھ فرقان حمید جیسی لاریب کتاب سے انسانیت کو نوازا گیا۔جو کہ منزل من اللہ ہونے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کلام ہونے کے ساتھ فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ معیار کو شامل ہے۔ یہ ایسی کلام ہے، جس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس میں مطالب اور مفاہیم کا سمندر موجود ہے۔ کلام الہیٰ عربی بلاغت کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ درجہ پر فائز ہے، جو سہل ہونے کے ساتھ خود میں لطافت اور اسرار کو سموئے ہوئے ہے، چنانچہ ذیل میں علوم القرآن کی اہم اصطلاح ”غریب القرآن“ کے مفہوم پر مختصراً روشنی ڈالنے کے بعد مقالہ کے اہم حصہ ”غریب القرآن کے تفسیر ادب پر اثرات کا مختصرا تجزیاتی مطالعہ“ پیش کیا جائے گا۔

غریب القرآن کا معنیٰ و مفہوم:

یہ علوم القرآن کی مشہور اور اہم اصطلاح ہے۔ " غریب القرآن " مرکب اضافی ہے جس میں " غریب " مضاف اور "القرآن" مضاف الیہ ہے۔زبان اور ادب کے لحاظ سے " غریب " ایک کثیر الجہات لفظ ہے۔ جس کے معروف معنی مفلس، نادار، مسافر، اجنبی، اور نادر چیز کے ہیں۔ چنانچہ لسان العرب میں، " غریب " کا لغوی معنی بیان کیا گیا ہے "الغامض من الکلام و کلمۃ غریبۃ" یعنی پر اسرار و پیچیدہ کلام اور کم بولا جانے والا کلمہ ہے۔[1]

متعدد احادیث مبارکہ میں بھی " وطن سے دوری " کے معنی میں غریب کا مادہ استعمال ہوا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ میں ہے۔

"قال زيد بن خالدالجهنى سمعت النبیﷺ يامرفيمن زنى ولم يحصن جلد مائته و تغريب عام وهو نقيه عن بلده [2]

زید بن خالد جہنی فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے غیر محصن کے بارے میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس کی سزا سو کوڑے اور ایک سال کے لیے وطن سے دور بھیجنا ہے۔

عربی کلام میں غریب سے مراد غامض اور سمجھ دور بات کے لیے عموما ہوتا ہے، جیسے استاذ محمد ابوز ہو اس لفظ کا معنی بیان کرتے ہیں:

غریب سے مراد جو غامض اور بعید عن الفہم ہو۔ کلام پر غریب کا اطلاق دو طرح کا ہوتا ہے (الف) وہ کلام نہایت عسیر الفہم ہے اور بڑے غور و فکر سے اس کا مطلب سمجھا جا سکتا ہے۔(ب) اس کا رہنے والا کسی دور افتادہ علاقے کا رہنے والا ہے اور ہم ایسے الفاظ سے مانوس نہیں۔[3]

بعض احادیث مبارکہ میں بھی اس لفظ کو انہی معنی میں استعمال کیا گیا ہے جیسا کہ "بدا الاسلام غریبا وسیعود غریبا کما بدا غریبا فطوبی للغرباء"[4]

یعنی جب اسلام کا آغاز ہوا تو یہ اجنبی تھا اور عنقریب یہ دوبارہ اپنے نقطہ آغاز والی حالت پر پلٹ جائے گا۔ مراد یہ کہ دوبارہ لوگ اسے اجنبی سمجھنے لگیں گے۔

غریب کے معنی و مفہوم پر غور کرنے سے کچھ اہم اشکالات علم "غریب القرآن" سے متعلق پیدا ہوتے ہیں۔ ذیل میں ان اشکالات کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔ ایک اہم شکل یہ ہے کہ قرآن مجید میں کچھ ایسے الفاظ موجود ہیں جو عام لوگوں کی قوت فہم سے بعید ہیں اور انھیں خوب جستجو اور بسیار تتبع کے بعد ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

یقیناً یہ بات قرآن کریم کے اعجاز اور فصاحت و بلاغت کے منافی ہونے کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے قرآن مجید سے متنفر ہونے کے باعث بھی بن سکتی ہے۔ اس اشکال کی وضاحت بعض متقدمین اہل علم نے اس انداز میں کی ہے:

جہاں تک کسی بھی کلام کے معانی و مفاہیم کے سمجھنے میں لغت کی جستجو اور ادراک کرنے کی بات ہے تو یہ کوئی ایسا امر نہیں ہے جو اس کی صفت اعجاز کے منافی کا سبب بنے، اس لیے کہ قرآن کریم کا نزول عربی زبان میں ہوا اور یہ زبان اپنے الفاظ و معنی میں انتہائی وسیع ہے۔ تاہم قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے۔ جس کے معنی و مفہوم کے سمجھنے میں اہل علم قاصر رہے ہوں۔[5] امام شافعیؒ تو عربی زبان کی وسعت اور تنوع کے بارے میں یہاں تک فرماتے ہیں:

عربی زبان دوسری زبانوں کی نسبت مفہوم کو بیان کرنے میں وسیع زبانوں میں سے ہے اور اس کے الفاظ اتنی کثرت میں ہیں کہ اللہ کے فرستادہ (نبی ﷺ) کے علاوہ میرے علم میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس کے تمام تر الفاظ و معنی کا احاطہ کر سکے۔ اس کے باوجود قرآن مجید میں سے کوئی چیز عامۃ الناس سے پردہ اخفاء میں نہیں رہی، کہ ہم یہ کہ سکیں کہ اس کا جاننے والا عربوں میں موجود نہیں، قرآن مجید کا علم اہل عرب کے ہاں ویسا ہی عام ہے جیسا کہ فقہاء کرام کے ہاں حدیث و سنت کا علم، میری معلومات کے مطابق کوئی ایسا شخص نہیں ہے۔ جس نے سنتوں کا بلا ستیعاب علم حاصل کیا ہو اور اس سے کوئی سنت فروگزاشت نہ ہوئی ہو۔[6]

غریب کا عمومی اطلاق نامانوس الفاظ، کلمات تنافر یا دور دراز تاویلات کے ذریعے سمجھے جانے والے الفاظ پر ہوتا ہے، جبکہ قرآن مجید کے غرائب میں ہرگز ایسا نہیں ہے، اس لیے ک قرآن مجید میں کوئی ایسا لفظ موجود نہیں ہے جسے کبھی بھی اہل لغت نے تنافر میں شامل کیا ہو اسکی واضح مثالیں حضرت عبداللہ بن عباس سے ملتی ہیں۔ آپ کے سامنے نافع بن الازرق قرآن مجید کے

متعدد الفاظ تشریح کے لیے پیش کرتے تو جواب ملنے پر نافع آپ سے اہل عرب کے اقوال بطور استشہاد طلب کرتے تھے، حضرت عبداللہ بن عباس ان الفاظ کی توضیح کے لیے دیوان عرب سے کسی نہ کسی عرب شاعر کا قول پیش کرتے۔[7]

شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک غرائب سے مراد بلاغت واعجاز کے مختلف اسلوب مراد ہیں، جو کہ عظمت قرآن کو ثابت کرتی ہے۔[8]

علم غرائب القرآن کی اہمیت اور دائرہ کار:

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ابدی قانون ہے جو بنی وانسان کی کامیابی وکامرانی لیے قیامت کی صبح تک لیے مبعوث کیا گیا ہے۔ اس کے الفاظ کی تشریح وتوضیح کے لیے اللہ تعالیٰ نے جناب نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا اس کا نزول بھی عربوں میں ہوا۔ اہل عرب کی عربی زبان میں کمال درجہ کی مہارت کے باوجود نبی کریم ﷺ قرآن کریم کی آیات کے نزول کے ساتھ ہی اسکی تشریح موجود صحابہ کرام کو سمجھا دیتے جہاں مزید استفسار کی ضرورت محسوس کرتے یا جو کچھ صحابہ کرام دریافت کرتے تو آپ ﷺ توضیح کر دیتے۔

اس پر مستزاد یہ کہ آپ ﷺ نے اپنے اصحاب پر قرآن کریم کے غریب الفاظ کے مطالب و معنی کے پورے ادراک کے لیے تدبر وتتبع کو لازمی قرار دیا۔ چنانچہ ابن ابی شیبہ نے المصنف میں حضرت ابو ھریرہ کی وساطت سے آپ ﷺ کا فرمان نقل کیا ہے:

"اعربو القرآن و التمسوا غرائبہ"[9]

کلمات قرآن کو تلاوت میں واضح ادا کیا کرو اور اس کے غریب الفاظ کے مطالب کو تلاش کرو۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے بعض الفاظ ایسے ہیں جو محتاج تشریح ہیں نیز انکی تشریحات کی ضرورت کو قرآن اولیٰ میں بھی محسوس کیا گیا اور اس پر بحث بھی ہوئی چنانچہ اس نقطہ نظر کی تائید میں کبار صحابہ کرام کے اقوال بکثرت ملتے ہیں جنھوں نے قرآن کریم کے بعض الفاظ کے پوری طرح معانی کا ادراک نہ ہونے کی وجہ سے احتیاط سے کام لیتے ہوئے تشریح وتوضیح کرنے سے انکار کیا، اس سلسلے میں بعض کبار صحابہ کرام کے اقوال ذیل کی سطور میں نقل کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق کے بارے میں ابراہیم تیمی سے منقول ہے کہ جب ان سے اللہ تعالیٰ کے فرمان " وفاکھۃ وابا" سے متعلق پوچھا گیا تو فرمانے لگے کہ کون سا آسمان مجھ پر سایہ فگن ہوگا اور کون سی زمین میرا بوجھ برداشت کرے گی اگر میں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں وہ بات کہ دوں جو میرے علم میں نہیں۔

حضرت عمر فاروق منبر پر تشریف فرما تھے اور قرآنی آیت "وفاکھۃ وابا" کی تلاوت کرتے ہوئے کمال احتیاط سے فرمایا کہ "فاکھۃ" کے متعلق تو ہم جان چکے لیکن یہ "اب" کیا ہے؟ پھر خیال آنے پر اپنے نفس کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ اے عمر! یہی تو تکلف ہے (یعنی بغیر علم کے قرآن کریم کے الفاظ میں زباں کھولنا)۔[10]

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ مجھے "فاطر السموت" کے معنی کے بارے میں معلوم نہیں تھا یہاں تک کہ میں نے دو دیہاتیوں کو کنواں کے منڈیر پر پانی کی باری سے متعلق جھگڑا کے وقت یہ کہتے سنا کہ "انا فطرتھا" یعنی "ان ابتداھا" تو پتہ چلا 'فطرت' کا معنی ابتدا کرنا ہے اور فاطر السموت کا معنی ہے "آسمانوں کی ابتدا کرنے والا"[11]

اہل علم نے قرآن کریم کی تفسیر کبار صحابہ کرام میں اس احتیاط پر مبنی یہ عمل دیکھا کہ جو نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانہ میں تعلیم و تربیت پانے والے ہیں اور عربی زبان کی ہر اونچ نیچ سے آگاہ ہونے کے باوجود محتاط راستہ اختیار کرتے ہیں اور قرآن کریم کے بعض الفاظ کی تشریح میں مشکلات محسوس کرتے ہیں لہٰذا بعد کے مفسرین کے لیے غرائب القرآن کا علم بڑی اہمیت اختیار کر گیا۔ اس علم کو مفسر کے لیے یا ہر اس شخص کے لیے جو قرآن کریم کا علم حاصل کرنا چاہتا ہے ضروری قرار دیا اور اس علم کی معرفت کے بغیر تفسیر قرآن سے منع کیا گیا۔

اس حقیقت کو امام زرکشیؒ نے اپنی "کتاب البرہان" میں بیان کرتے ہوئے بعض آئمہ کرامؒ کے اقوال کی آراء کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اس فن کی معرفت مفسر کے لیے ضروری ہے بصورت دیگر اس کے لیے کتاب اللہ میں کوئی بات کہنا حلال نہیں۔ یحیٰ بن نضلۃ المدینی فرماتے ہیں کہ: ''میں نے امام مالک کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میرے پاس جو بھی ایسا آدمی لایا جائے گا جو کتاب اللہ کی تفسیر عربی جانے بغیر کرے میں اسے ایسی سزا دوں گا کہ اسے دوسروں کے لیے عبرت بنا دوں گا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان رکھنے والے کسی بھی شخص کے لیے عربی زبان و ادب کا علم حاصل کیے بغیر اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تشریح درست نہیں ہے۔''[12]

غرائب القرآن کی اقسام:

قرآن کریم کے اعجاز کے پہلو کو ملحوظ رکھنے اور عظمت قرآنی کو ظاہر کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ غرائب قرآنی کی اہمیت کے پیش نظر ان پر مفصل کلام کی جاتی ہے، چنانچہ ذیل میں غرائب القرآن کے مختلف پہلوؤں کی نشاندہی کی جاتی ہے، یعنی اس اقسام کو ذکر کیا جاتا ہے۔

چنانچہ وہ آیات جن کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عظیم نشانیوں سے ہے، ان کے غریب مقامات وہ ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی عظیم صفات کا تذکرہ ہے، مثلاً آیت الکرسی سورہ اخلاص سورہ حشر کا آخری حصہ، اور مومن کی ابتدائی آیات۔

وہ آیات جن کا تعلق قصص و واقعات سے ہے، ان کے غریب مقامات وہ ہیں، جہاں کوئی ایسا قصہ بیان کیا گیا ہو جس کا کم ذکر ہوتا رہا ہو، یا کسی ایسے قصہ کو جو پہلے سے معلوم ہو ضروری تفصیلات کے ساتھ پیش کیا گیا ہو، یا کوئی ایسا واقعہ نقل کیا گیا ہو جو اپنے فوائد اور نتائج کے اعتبار سے انتہائی اہم ہو، جیسا کہ آپ ﷺ نے موسیٰ اور جنابِ خضر کے قصہ کے سلسلے میں فرمایا ہے کہ میری آرزو تھی کہ حضرت موسیٰ جناب خضر کی معیت میں کچھ دیر اور صبر کر سکتے اور اللہ ان کے مزید واقعات ہم سے بیان کرتا۔

وہ آیات جن کا تعلق موت اور موت کے بعد کے حالات سے ہے، ان میں غریب آیات سے مراد ایسی آیات ہیں جو قیامت کی تفصیلات پر مشتمل ہوتی ہیں، چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص قیامت کا حالات کو اس طرح کرنا چاہتا ہو گو وہ روزِ قیامت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے تو اسے سورہ "اذا الشّمس کورت" کو پڑھنا چاہیے۔

فن احکام میں غریب مقامات سے مراد وہ آیات ہیں، جن میں حدادالٰہی کا ذکر ہو یا کسی خاص حالت یا وضع کو معین کیا گیا ہو، مثلاً زنا کی حد میں سو کوڑے معین کرنا، یا مطلقہ کی عدت کے لیے تین حیض یا تین طہر کی مدت کی تعیین، ے امیراث میں

الگ الگ حصوں کا تعین۔

فن مخاصمہ میں وہ آیات جن کا تعلق دوسرے مذاہب کے اشکال اور ان کے جوابات سے ہے۔

پھر وہ آیات جن میں ریا کاری کی وجہ سے اعمال کے خبط ہو جانے کا تذکرہ بڑے بلیغ انداز سے کیا گیا ہوتا ہے اس طرح کی تمام آیات غریب مقامات میں شامل ہیں۔[13]

قرآن مجید کی غرابت، ندرت اور جدت صرف انہی اقسام تک منحصر نہیں، بلکہ یہ اُن کا کچھ مظہر ہے اور یہاں غرابت اعلیٰ درجہ کی پائی جاتی ہے۔ اس لیے ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ ندرت کبھی اسلوب بیان کی وجہ سے پائی جاتی ہے، جس کا اظہار پوری پوری سورت میں ہوتا ہے اور کبھی انتہائی نفیس طریقہ سے ایک ہی آیت میں سعید و شقی کی عکاسی نہایت عمدہ پیرائے میں کر دی جاتی ہے۔

غرابت الفاظ کے اسباب:

اہل علم کے ہاں قرآن کریم میں غریب الفاظ کے پائے جانے کے متعدد اسباب ہیں۔

اگر ایک لفظ کئی معنی میں مشترک طور پر استعمال ہوتا ہے، تو تفسیر و توضیح میں مفسر اس لفظ کے ایک معنی سے آگاہ ہوتا ہے جبکہ وہاں دوسرا معنی مراد ہوتا ہے جس سے مفسر کے ذہن میں الجھن پیدا ہوتی ہے اس کی مثال لفظ "اب" ہے۔ یہ لفظ از روئے لغت سات معنی میں مشترک طور پر استعمال ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر نے اس لفظ کی معنی کی تعیین میں احتیاط سے کام لیا۔[14]

بعض دفعہ لفظ کا معنی تو واضح ہوتا ہے لیکن اس کے اطلاق میں ابہام پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے غریب قرار دے دیا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "صراط الذین انعمت علیھم" میں 'منعم علیھم' کون لوگ ہیں؟ اس کلام کے نزول کے وقت اس کی وضاحت نہ کی گئی، البتہ جب "فالئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصلحین"[15] نزول ہوا تو اس کا ابہام دور ہوا۔[16]

کبھی ایک مضمون دوسرے مضامین، آیات، احادیث صحیحہ یا تاریخی واقعات سے مخالف معلوم ہوتا ہے در حقیقت وہاں کوئی پیچیدگی ہوتی ہے واقعات کی ترتیب و قصہ کی ابتداء معلوم نہ ہونے کی وجہ سے اس سے متعلق تمام احکام کا علم نہ ہونے سے مراد کا سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے حضرت مریم علیہ السلام کے تذکرہ میں " یا اختی ہارون" میں اشکال پیدا ہو گیا۔ کہ حضرت مریم علیہ السلام حضرت ہارون کی بہن کس طرح ہو سکتی ہیں جبکہ دونوں کے زمانہ میں صدیوں کا فاصلہ ہے آپ ﷺ نے اس اشکال کے ازالہ کے لیے فرمایا کہ اس آیت میں ہارون سے مراد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھائی مراد نہیں بلکہ بنی اسرائیل اپنے پیغمبروں کے نام پر اپنے نام رکھ لیا کرتے تھے۔ تو حضرت مریم علیہ السلام اسی ہارون کی بہن ہیں جن کا نام حضرت ہارون کے نام پر تھا۔[17]

بسا اوقات لفظ میں غرابت اس کے معرب ہونے کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو اس کی تعریف کا علم ہے تو وہ اس کا معنی بآسانی سمجھ سکتا ہے۔

بصورت دیگر اس لفظ کے معنی کو سمجھنے میں مشکل ہو سکتی ہے اور نتیجتاً اس شخص کے لیے یہ لفظ غریب ہو جائے گا۔

متقدمین اہل علم کا قرآن کریم میں غیر عربی الفاظ کے وقوع میں اختلاف ہوا ہے۔ جمہور اہل علم جن میں ابن عباس اور عکرمہ کا نظریہ ہے کہ قرؤن میں غیر عربی لفظ موجود ہیں اور یہ غرابت کا سبب بنتے ہیں۔[18]

اس کے برعکس بعض علماء کا کہنا ہے کہ قرآن کریم میں کوئی غیر عربی لفظ موجود نہیں۔ امام شافعی، امام جریر، ابو عبیدہ اور ابن فارس کا یہی نظریہ ہے۔[19] تاہم علامہ سیوطیؒ نے جمہور کے نقطہ نظر کو ترجیح دی ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مفسر لفظ کے صلہ کے معنی پر غور و خوض نہیں کر پاتا جس کی وجہ سے صحیح مفہوم تک نہیں پہنچ پاتا لہٰذا لفظ میں غرابت محسوس کرتا ہے لیکن یہ غرابت کسی نشاندہی کی وجہ سے زائل ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت ابو العالیہؒ سے "الذین ھم عن صلاتھم ساھون" کا معنی دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نماز میں دھیان نہیں رکھتے کہ کتنی رکعتیں ہوئی ہیں تو حسن بصری نے فرمایا کہ آپ نے "عن صلاتھم" پر غور نہیں کیا کہ یہاں صلہ "عن ہے" فی "نہیں اس کا معنی یہ ہے کہ نماز نہیں پڑھتے یہاں تک کہ وقت گزر جاتا ہے یوں یہاں پر ابو العالیہ لفظ کے صلہ پر غور نہیں کر پائے جس کی وجہ سے معنی کی تعیین میں الجھن پیدا ہوئی ہے۔[20]

غرائب القرآن کے تفسیری مآخذ:

قرآن کریم میں بیشتر الفاظ ایسے ہیں جنہیں غرائب میں شمار کیا جاتا ہے انکی تفسیر و تشریح کن مآخذ سے ہونی چاہیے اہل علم کے درمیان اس ضمن میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔ تاہم اس بارے میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی تشریح و تبیین میں اول مآخذ کی حیثیت تو نص قطعی (کلام اللہ) کو حاصل ہے جیسا کہ "صراط الذین انعمت علیھم"[21] آیت میں قرآن ہی مآخذ ٹھہرا۔ پہلا مآخذ قرآن مجید کی توضیح کا کلام الٰہی ہے۔

دوسرا مآخذ:

دوسرا مآخذ جناب نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ ہے جیسا کہ "ولقد فتنا سلیمان والقینا علیٰ کرسیہ جسداً"[22] کی آیت میں بعض پہلو پردہ اخفا میں ہیں کہ حضرت سلیمان کے بارے میں آزمائش اور جسد کے بارے میں قرآن خاموش ہے اس آیت کی تفسیر آپ ﷺ کے ارشاد سے کی گئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلیمان کو خیال آیا کہ میری اولاد ہو جو مجاہد فی سبیل اللہ بنے لیکن یہ بات کرتے ہوئے وہ انشاء اللہ کہنا بھول گئے۔ اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی اور کسی بیوی کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوئی سوائے ایک کے اور اس کے ہاں بھی ایک ناتمام بچہ پیدا ہوا اور فوراً آپ کو سمجھ آ گئی اور آپ نے "رب اغفرلی" کہہ کر رجوع کیا اس بات سے قطع نظر کہ یہ اس آیت کی تفسیر بنتی ہے کہ نہیں؟ اہل علم نے اس آیت کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ تاہم بعض کے ہاں یہ اس آیت کی تفسیر ہے۔

لہٰذا ان کے مطابق یہاں اس کو ذکر کیا جا سکتا ہے۔ بظاہر "فتنا" اور "حسد" غریب الفاظ معلوم نہیں ہوتے اور یہ تفسیر القرآن بالحدیث کے قبیل سے معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مولانا محمد کاندھلوی نے اسے غرائب میں ہی ذکر کیا ہے۔[23]

دیگر ضمنی مآخذ:

غریب القرآن کے کچھ ضمنی مآخذ ہیں۔ ان میں صحابہ کرام کے تفسیری اقوال اور پھر ان میں نمایاں طور پر حضرت

عبداللہ بن عباس کے تفسیری اقوال، عربی محاورات اور عرب شعراء کا کلام ہے ان اہل علم کے ہاں قرآن کریم میں تقریباً سات سو کے قریب غریب الفاظ موجود ہیں۔[24]

اسی طرح غرائب کی تفسیر میں جمہور اہل علم کے ہاں حضرت عبداللہ بن عباس کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ ان سے منقول تفاسیر کو سراہا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس س ان کے متعدد تلامذہ نے قرآن کریم کے غریب الفاظ کی تشریح نقل کی ہے جن میں سعید بن جبیر، ابن ابی طلحہ، عکرمہ اور نافع بن الازرق کی تشریحات زیادہ مشہور ہیں۔ تاہم اس میں اولیت کس کو حاصل ہے؟ اس بارے میں امام سیوطی فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ان میں سب سے اولیٰ معتبر تشریح ابن ابی طلحہ کی ہے اور مستزادیہ کی اسی سند سے مروی تشریحات کو دوسرے اہل علم نے بھی معتبر سمجھا ہے جن میں خصوصی طور پر امام بخاری کا نام قابل ذکر ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

میرے نزدیک سب سے معتبر غرائب کی تفسیر و تشریح میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ان سے فیض یافتہ شاگردوں کا تشریح کرنا ہے۔ کیونکہ ان سے غریب القرآن کی تفسیر میں صحیح اور مستند سندوں سے ایک ایسی روایات منقول ہیں جو غریب القرآن کی تشریح کا احاطہ کرنے والی ہیں۔ لیکن اس پر ایک چیز کا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ میرے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس سے قرآن کریم کے غرائب کی تفسیر سب سے مستند و معتبر روایت ابن ابی طلحہ کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسی سند سے مروی روایات پر اعتماد کرتے ہوئے امام بخاری نے اپنی کتاب "جامع صحیح" میں قرآن کریم کی تفسیر کی ہے۔[25]

اور اسی طرح قرآن کریم کے غرائب کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے بھی حضرت عبداللہ بن عباس کے تفسیری اقوال کو مآخذ قرار دیا ہے۔ اور البتہ انھوں نے ان سے مروی مختلف طرق میں درجہ بندی اس طرح کی ہے کہ "سب سے اول درجہ ابن ابی طلحہ کا ہے، جس پر امام بخاری نے بھی اعتماد کیا ہے دوسرا درجہ ضحاک عن ابن عباس کا ہے۔ تیسرا درجہ نافع بن الازرق کا ہے یہ وہ طریق سند ہے جس میں انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے قرآن کریم کے مختلف غریب الفاظ کے معنی کے بارے میں سوالات کیے تھے اور اس پر حضرت عبداللہ بن عباس نے ان کو جواب دیے تھے۔ چوتھے درجے میں قرآن کریم کے غریب الفاظ میں وہ تفسیری اقوال ہیں جسے امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں نقل کیا ہے پھر اس کے بعد دیگر مفسرین صحابہ کرام، تابعین، اور تبع تابعین کے اقوال معتبر ہوں گے۔"[26]

قدیم شعراء عرب کی کلام [ضمنی مآخذ]:

ضمنی مآخذ کے تحت قدیم عرب شعرا کے کلام کو نہایت اہمیت حاصل ہے۔ جمہور اہل عرب شعراء کا کلام سے استدلال و استشہاد کرنا درست خیال کرتے ہیں جبکہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ ایسا کرنا درست نہیں ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر شعرا کی مذمت کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"والشعرا ءیتبعهم الغاون-الم تر انهم فی كل واد یهیمون- وانهم یقولون مالا یفعلون"[27]

اور شاعروں کی پیروی تو وہ کرتے ہیں جو بھٹکے ہوئے ہوتے ہیں تو نے نہیں دیکھا کہ وہ (شعراء) ہر وادی (سخن) میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ کہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جو وہ نہیں کرتے۔

اور اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی شعراء کے کلام کی مذمت کی گئی ہے۔ تو کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مذموم چیز

سے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تشریح کی جائے۔دوسرا یہ کہ اگر شعراء کے کلام کو استشہاد دی جائے تو اس سے قرآن کریم کو ثانوی حیثیت اور شعراء کے کلام کو اولیت حاصل ہو جائے گی۔[28]

عربی اشعار سے استشہاد واستدلال درست قرار دینے کی بڑی وجہ تو یہی ہے کہ قرآن کریم چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے لہٰذا عرب کی زبان اور ان کے علمی سرمایہ سے استفادہ کرنا مفید ہے عربی زبان کا سب سے بڑا اور اہم علمی سرمایہ قدیم شعراء کا کلام ہے۔ چنانچہ جب ہم قرون اولیٰ کے کبار صحابہ کا عمل دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آیات قرآنی کی تشریح و توضیح میں کلام عرب سے استشہاد کا رجحان تو صحابہ کرام کے عہد میں پیدا ہو گیا تھا۔ وہ قدیم شعرا عرب کے کلام کو مطلقاً غلط گمان نہیں کرتے تھے اس سلسلہ کی ایک اہم اور بڑی دلیل حضرت عمر کا طرز عمل ہے، آپؓ اکثر شعراء عرب کی کلام سے استشہاد کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے فرمایا:

”یایھاالناس علیکم بدیوانکم شعرالجاھلیۃ فان فیہ تفسیر کتابکم و معانی کلامکم“ [29]

لوگو! جاہلیت کے اشعار یاد کیا کرو اس سے تمہاری کتاب کی تفسیر اور تمہارے کلام کے معنی ہیں۔“

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباسؓ بھی تفسیر قرآنی میں شعراء عرب کی کلام پیش کرتے تھے۔ان کی بابت آتا ہے کہ آپؓ جب قرآن کریم کے غریب الفاظ کے معنی دریافت کیے جاتے تو آپ نہ صرف اس لفظ کے معنی بتاتے بلکہ اس پر شعراء عرب کا کلام بھی پیش کرتے۔اس کی تائید علامہ سیوطی کے حضرت ابن عباس کے بارے میں نقل کردہ اس قصے سے ہوتی ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس کعبہ کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے لوگ آپ کے گرد حلقہ بنائے قرآن کریم کے الفاظ کی تفسیر دریافت کر رہے تھے اسی دوران نافع بن الازرق نے نجدہ میں عویمر سے کہا آؤ ذرا اس شخص کی طرف چلیں جو قرآن کریم کے الفاظ کے معنی و مطالب کی تفہیم و تنقیح میں بڑی جرات و جسارت کر رہا ہے حالانکہ اسے اس کا علم نہیں یہ دونوں اشخاص آپ کے پاس پہنچ گئے کہنے لگے آپ سے قرآن کریم کے کچھ الفاظ کی تفسیر کے متعلق پوچھنا چاہتے ہیں آپ ہمیں اس کی تفسیر بتائیں نیز اس لفظ کے معنی کی صحت کے لیے کلام عرب سے اس کی دلیل بھی دیں۔[30]

بہر حال آیت قرآنی کی تفسیر و تشریح میں کلام عرب سے استفادہ و استشہاد کا سلسلہ عہد صحابہ کے بعد عہد تابعین میں بھی جاری رہا چنانچہ ابو بکر بن الانباری لکھتے ہیں" قد جاء عن اصحاب والتابعین کثیر الاحتجاج علی غریب القرآن ومشکلہ بالشعر"(۲) صحابہ اور تابعین کے بارے میں مروی ہے کہ وہ قرآن کریم کے غریب الفاظ اور مشکلات حل کرنے کے سلسلے میں اشعار سے بہت زیادہ استدلال کرتے تھے۔ علم الغرائب کی تفسیر میں قدیم شعراء عرب کے کلام کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ جتنی بھی مستند قرآنی تفاسیر ہیں خواہ وہ تفسیر بالرائے کی نمائندہ ہوں یا تفسیر بالماثور کی ان میں کلام عرب سے خوب استفادہ کیا گیا ہے۔

برصغیر کے مشہور مفسر مولانا حمید الدین فراہی تفسیر کے لسانی مآخذ کے باب میں قدیم شعراء عرب کے کلام کی اہمیت پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:"(اصطلاحات شرعیہ کے علاوہ) باقی رہے دوسرے الفاظ اور حقیقت و مجاز کے مختلف اسالیب اس باب میں مآخذ قدیم کلام عرب اور خود قرآن کریم ہے۔ لغت کی کتابیں ان چیزوں میں زیادہ رہنمائی نہیں کرتی ان سے بالعموم نہ تو الفاظ

کی پوری حقیقت معلوم ہوتی ہے نہ عربی خالص اور عربی مولد کے درمیان کوئی امتیاز ہوتا ہے نہ لفظ کی جڑ کا پتا چلتا ہے۔ کہ معلوم ہو سکے کہ اصل کیا ہے اور اس کی فرع کیا ہے؟ اور جو لوگ کلام عرب میں مہارت نہیں بہم پہنچاتے بلکہ لغت کی کتابوں پر قانع ہو جاتے ہیں وہ بسا اوقات قرآن کریم کے معنی سمجھنے سے قاصر رہ جاتے ہیں پھر قدیم کلام عرب کا جتنا حصہ ہم تک پہنچا ہے اس میں بہت کچھ ملاوٹ بھی ہے اور غریب و نامانوس الفاظ کی بھی اس میں آمیزش ہے لیکن قدیم کلام عرب پر نظر رکھنے والے ماہر اور ناقد کے لیے اصل و نقل میں امتیاز کرت لینا کچھ مشکل نہیں۔[31]

جہاں تک کلام عرب کی استنادی حیثیت کے منکرین کا کہنا ہے کہ قرآن میں اس کے فواحش و منکرات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے اس کی مذمت بیان کی گئی ہے اور استنادی حیثیت تسلیم کر لینے سے قرآن کریم حیثیت ثانوی رہ جائے گی یہ بات درست معلوم نہیں ہوتی اس لیے کلام عرب سے استشہاد و استدلال کرتے ہوئے آیات کی تفسیر میں مفسر کو شعراء کے الفاظ اور زبان کی باریکیوں سے غرض ہوتی ہے ان افکار و خیالات سے تعرض نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین نے بھی جاہلی شعراء کے کلام سے تفسیر آیات کے باب میں بکثرت استشہاد و استدلال کیا ہے اس مقصد کے لیے عربی زبان ہی قرآن کریم کی تفسیر کے حل کے لیے موزوں و مناسب ہو سکتی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

”قرآن کریم جس عربی زبان میں اترا ہے وہ نہ تو حریری و متنبّی کی زبان ہے، وہ نہ مصر وشام کے اخبارات و رسائل کی بلکہ یہ اس ٹکسالی زبان میں ہ جو امراء القیس، عمرو بن کلثوم، زہیر اور لبید جیسے شعراء اور قیس بن ساعدہ جیسے بلند پایہ خطیبوں کے ہاں ملتی ہے اس وجہ سے جو شخص قرآن کریم کی زبان کے ایجاز و اعجاز کا اندازہ کرنا چاہیے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ دور جاہلیت کے شعراء و ادباء کے کلام کے محاصن و معایب کے سمجھنے کا ذوق پیدا کرے اس کے بغیر نہ تو کوئی شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ قرآن عربی زبان کے محاصن کا کیسا کامل نمونہ ہے اور نہ یہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کے اندر وہ کیا سحر ہے جس نے تمام لوگوں کو عاجز کر دیا۔“[32]

یعنی غریب اور مشکل الفاظ کی وضاحت کے دوران سیاق و سباق کو ملحوظ رکھتے ہوئے عرب کی کلام سے تتبع کرنا درست ہے۔

مشکلات القرآن کے حل کے بنیادی اصول:

قرآن کریم میں جب غرابت الفاظ میں اشکال پیدا ہو جائے تو درج ذیل طریقوں سے مفسرین اس کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

1. اشکال کی وجہ تلاش کرنا
2. سبب نزول کی معرفت
3. رفع اشکال میں قرآن کریم کے اسلوب سے واقفیت
4. متشابہ بمعنی مشکل آیات کو محکم آیات کی ظرف لوٹانا۔
5. ایک موضع کی تمام آیات کو اکٹھا کرنا۔
6. سیاق آیات پر غور و فکر کرنا۔

7. صحیح احادیث کی جستجو۔
8. مفسرین کے اقوال میں تطبیق یا ترجیح کرنا۔
9. نسخ کا علم۔
10. توقف سے واقفیت

تفسیر لکھنے کے لیے ان فنون کا جاننا ضروری ہے۔ غرائب قرآن کی حقیقت کا انکشاف کرنے والا علم لغت کا محتاج ہوتا ہے۔ اور اسماء، افعال اور حروف کو بھی بخوبی جاننے کا حاجتمند رہتا ہے۔ حروف چونکہ بہت تھوڑے ہیں اس لیے فن نحو کے عالموں نے ان کے معنی بیان کر دیئے ہیں اور یہ ان کی کتابوں سے معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ لیکن اسماء اور افعال کے لیے لغت کی کتابیں دیکھنی لازمی ہیں جن میں سب سے بڑی ابن السید کی کتاب ہے۔ اور ازہری کی کتاب ' التہذیب' ۔ ابن سیدہ کی کتاب۔ المحکم قزاز کی کتاب الجامع۔ جوہری کی صحاح۔ فارابی کی الباع۔ اور صاغانی کی کتاب مجمع البحرین، یہ سب مشہور اور اچھی کتابیں ہیں۔ اس کے علاوہ خاص کر افعال کے بارے میں جو کتابیں وضع ہوئی ہیں وہ ابن القوطیہ، ابن الظریف، اور سر قسطی کی کتابیں ہیں۔ جن میں ابن القطاع کی کتاب سب سے زیادہ جامع اور عمدہ ہے

غرائب القرآن کے بارے میں رجوع لانے کے واسطے سب سے افضل وہ باتیں ہیں جو ابن عباس اور اس کے اصحاب سے ثابت ہوئی ہیں "کیونکہ انھوں نے جو باتیں کی ہیں ان سے قرآن کے غریب الفاظ کی شرح پوری طرح معلوم ہو جاتی ہے اور ان کے اسناد بھی سب صحیح اور ثابت ہیں۔ جو شخص غرائب القرآن کے معلوم کرنے کی کوشش کرے اس کو استقلال سے کام لینا اور اہل فن کی کتابوں کی طرف رجوع لانا ضروری ہے۔"[33]

غرائب القرآن کے تفسیری اثرات:

غریب سے مراد وہ آیات ہیں جن میں شبہات کا جواب بہت عمدہ اور عجیب و غریب طریقہ سے دیا گیا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں قرآن کریم کے بارے میں کہا گیا:

"لكل ايته منها ظهر و بطن ولكل جد مطلع"

قرآن کریم کی ہر آیت کا ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن

آیات کا ظاہر تو وہی ہے جس پر آیت کے الفاظ براہ راست دلالت کرتے ہیں اور جسے عرف عام میں معنی یا مطلب کہا جاتا ہے۔ بطن اگرچہ تمام آیات کا الگ الگ ہوتا ہے۔[34] اہل علم نے غرائب القرآن کے سلسلے میں اوپر جو مآخذ تفسیر بیان کیے ہیں ان سے مندرجہ ذیل اثرات رونما ہوتے ہیں۔

1. معنی و مفہوم میں وسعت
2. قرآن فہمی۔
3. عربی لغت سے واقفیت۔
4. اسباب نزول کا علم۔

5. اختلاف رائے۔

6. باطل تفاسیر کارد۔

معنی و مفہوم میں وسعت:

ان کی وجہ سے قرآن مجید کی معنوی وسعت کا اظہار ہوتا ہے، جیسے ظلم کے معنی کی وسعت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ نے آپ ﷺ سے اس کی حقیقت اور معنی کی تعین کی بابت سوال کیا۔

"الذین اٰمنوا ولم یلبسو ایمانھم نظلم" [35]

"کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو ظلم کے ساتھ ملوث نہیں کیا"

مسلمانوں کو یہ آیت بڑی بھاری محسوس ہوئی اور انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ: ہم میں سے کون ایسا ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہ کیا ہو؟ (صحابہ کرام نے یہاں ظلم سے مراد گناہ کو لیا تھا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ اس سے مراد شرک ہے کیا تم نے نہیں سنا، جو لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی۔[36] اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"یٰبنی لا تشرک باللہ ان الشرک لظلم عظیم" [37]

"اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

پس یہ دونوں آیتیں ظلم کی طرف اشارہ کرتی ہیں اور یہاں پر ایک آیت کی تفسیر نبی کریم ﷺ نے دوسری آیت کے ذریعہ فرمائی اور واضح کر دیا کہ دونوں آیتوں میں "لفظ ظلم" سے مراد شرک ہے۔

عربی لغت سے واقفیت:

جیسے کہ پہلے اس پر گفتگو ہو چکی کہ عربی لغت غرائب القرآن میں نہایت اہمیت کی حامل ہے، اس کے ذریعے مشکل الفاظ کی توضیح و تشریح ہوتی ہے، جو کہ فہم قرآن میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس لیے غرائب القرآن کے حل میں مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ عربی کلام اور لغت پر مہارت رکھتا ہو، تاکہ لفظ کے مختلف مفاہیم پر دسترس ہونے کی وجہ سے اعجاز قرآنی کے اس پہلو سے پردہ اُٹھانے کی سعی میں کامیابی و کامرانی اُس کا مقدر بنے۔

اسباب نزول کا علم:

عثمان بن مظعون اور عمرو بن معدیکرب کے متعلق حکایات بیان کی جاتی ہے کہ وہ دونوں کہا کرتے تھے کہ شراب مباح ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کو بطور دلیل پیش کرتے تھے۔

"لیس علی الذین اٰمنوا و عملو الصلحٰت جناح فیما طعموا"[38]

ان لوگوں پر کچھ گناہ نہیں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اس بارے میں جو وہ کھا پی چکے۔

اس کے متعلق امام سیوطی لکھتے ہیں: ''اگر ان دونوں حضرات کو اس آیت کا سبب نزول معلوم ہوتا تو ہر گز ایسی بات نہ کہتے اور اس آیت کا باعث نزول یہ تھا کہ بہت سے لوگوں نے شراب کی حرمت کا حکم نازل ہونے کا وقت کہا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا جو شراب کو باوجد نجس ہونے کے پیار کرتے تھے اور اب وہ راہ خدا میں جہاد کرتے ہوئے مارے جا چکے یا طبعی موت سے مر گئے ہیں چنانچہ ان لوگوں کی تسکین کی خاطر کے لیے اس آیت کا نزول ہو تھا۔''[39]

حاصل کلام:

1. ایک مفسر کو چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اس سب سے واقف ہو جس کی وجہ سے کوئی بھی آیت مشکل واقع ہوتی ہے۔ وہ اس سبب میں غور کرے جب اس پر یہ بات واضح ہو جائے کہ یہ آیت مشکل آیات میں داخل ہے تو پھر وہ شخص ایسا طریقہ تلاش کرے جس سے وہ اشکال دور ہو جائے۔
2. اس لیے کہ بعض اشکال ایسے ہوتے ہیں جو سرے سے ہی وارد نہیں ہوتے البتہ لوگ خود سے ان اشکالات کو پیدا کر لیتے ہیں۔
3. لوگ جو اپنے باطل عقائد اور غلط نظریات کو قرآن کریم سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ نیز واضح اور محکم آیات کو مشکل ٹھراتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ آیات قرآنیہ کو اپنے نظریات پر پیش کر کے اس کے مطابق معنی میں ڈھالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ اپنے نظریات و عقائد کو آیات قرآنیہ پر پیش کیا جائے اگر تو وہ اس کے مطابق ہوں تو فبھا ورنہ مخالف ہونے کی صورت میں ان نظریات کو چھوڑ دیا جائے۔
4. غرائب القرآن کی وجہ سے تفسیری مفہوم میں وسعت پیدا ہوتی ہے اور یہ تفسیری نکات میں اضافہ کا باعث بنتا ہے۔
5. غرائب القرآن کسی بھی آیت کے نزول کا سبب کو معلوم کرنے کا ذریعہ بھی بنتا ہے، جس کی وجہ سے آیت کی تفسیر سمجھنے آسانی اور مراد تک رسائی میں دشواری نہیں ہوتی۔

باطل تفسیر یا آیت کا غلط معنی مراد لینے والوں کے لیے غرائب تردید کا ذریعہ بھی بنتے ہیں، اس لیے ان کا جاننا افادیت سے خالی نہیں۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

---

[1] ابن منظور، جمال الدین، محمد بن مکرم "لسان العرب"، دارالفکر بیروت، ن م، 640/1

[2] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل "الجامع الصحیح" کتاب الحدود، باب البکر: 32۔ رقم الحدیث: 6831

[3] ابوزہو، استاذ محمد "تاریخ حدیث و محدثین" (مترجم غلام احمد حریری) ص: 599، رحمانیہ اردو بازار لاہور 2002

[4] مسلم، ابوالحسین مسلم بن حجاج القشیری "الصحیح المسلم"، کتاب الایمان، باب بیان الاسلام، رقم الحدیث: 232

[5] السیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن، "الاتقان فی علوم القرآن"، سہیل اکیڈمی، لاہور 1987ء، 105/1

[6] الشافی، ابو عبداللہ محمد بن ادریس، الامام "الرسالہ"، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر 1969ء، ص: 27

[7] عبدالرحیم، محمد۔ نصراللہ، احمد "غریب القرآن فی شعر العرب"، ناشران قرآن لمیٹڈ لاہور، س،ن، م، ص: 28

[8] شاہ ولی اللہ، احمد بن عبدالرحیم الدھلوی، "الفوز الکبیر فی اصول التفسیر" (مترجم سید مہدی الحسنی، مولانا حبیب الرحمٰن صدیقی)، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، لاہور، 1982ء، ص 219

[9] Jaffar, Dr Saad, Dr Muhammad Waseem Mukhtar, Dr Shazia Sajid, Dr Nasir Ali Khan, Dr Faiza Butt, and Waqar Ahmed. "The Islamic And Western Concepts Of Human Rights: Strategic Implications, Differences And Implementations." *Migration Letters* 21 (2024): 1658-70.

[10] کاندھلوی، عبدالملک، مولانا، "منازل العرفان فی علوم القرآن، نشران قرآن لمیٹڈ، لاہور، ن م، ص: 375

[11] السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، سہیل اکیڈمی، لاہور، 1987ء، 105/1

[12] الزرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ، "البرہان فی علوم القرآن"، دار لمعرفۃ، بیروت 2000ء، 292/2

[13] شاہ ولی اللہ، "الفوز الکبیر"، ص 219 تا 222

[14] الزرکشی، البرہان، ص: 292

[15] سورۃ النساء: 69

[16] Ahmed, Syed Ghazanfar, and Muhammad Imran Raza Tahavi. "Syeda Sadia Ghaznavi On The Holy Prophet As A Psychologist And Educationist." *Journal of Positive School Psychology http://journalppw. com* 6, no. 8 (2022): 7762-7773.

[17] الزرکشی، البرہان، ص: 295

[18] کاندھلوی، عبدالملک، "منازل العرفان فی علوم القرآن، ص: 375

[19] الزرکشی، البرہان، ص: 295

[20] السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، 105/1

[21] سورۃ الفاتحہ: 04

[22] سورۃ ص: 34

[23] کاندھلوی، عبدالملک، مولانا، منازل العرفان، ص: 373

[24] الرافعی، مصطفیٰ صادق "اعجاز القرآن والبلاغۃ النبویۃ"، دار الکتاب العربی، بیروت، 2000ء، ص: 53

[25] السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، 114/1

[26] شاہ ولی اللہ، "الفوز الکبیر"، ص:34

[27] سورۃ الشعراء:224

[28] النیشاپوری، الحسن بن محمد بن حسین، "تفسیر غرائب القرآن و غرائب الفرقان"، دار الفکر، بیروت، 1978ء، ص:02

[29] القرطبیؒ، حمد بن احمد، "الجامع الاحکام القرآن"، موسسۃ مناہل العرفان بیروت، ن م، 111/1

[30] السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، 120/1

[31] فراہی، عبدالحمید، "تفسیر نظام القرآن"، الدائرۃ الحمیدیۃ اعظم گڑھ، انڈیا، 2008ء، 32/1

[32] اصلاحی، امین حسن، "تدبر قرآن"، تاج کمپنی، دہلی، 1999ء، 15/1

[33] السیوطی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، 308/1

[34] شاہ ولی اللہ، "الفوز الکبیر"، ص:222

[35] سورۃ الانعام:72

[36] البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل "الجامع الصحیح"، 609/1، رقم الحدیث:3728

[37] سورۃ لقمان:13

[38] سورۃ المائدۃ:93

[39] السیوطی، الاتقان فی علوم القرآن، 9/1